سلطنت - شورش کی زد میں

سوویت یونین میں جمہوریتوں کا اتحاد برقرار رکھنے کے سوال پر ۱۷ مارچ (۱۹۹۱ء)کے ریفرنڈم میں سوویت صدر جناب گورباچوف "ہاں" کا ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تاہم پندرہ میں سے چھ جمہوریتوں نے ریفرنڈم کی مخالفت کی۔ جناب گورباچوف کی اس کمزور کامیابی کے نتیجے میں سوویٹ یونین کی سلامتی کے بارے میں تشویش ناک سوال ابھرتا ہے۔ اور غلطی کے کسی شائبے کے بغیر، ریفرنڈم کے نتائج سے سلطنت کے بکھرتے ہوئے مستقبل کا اظہار ہوتا ہے۔

چھ جمہوریتوں کی طرف سے ریفرنڈم کے بائیکاٹ اور دوسری جمہوریتوں کی، اس میں اضافی سوالات کے ساتھ نیم دلانہ شرکت مستقبل میں سلطنت کے بکھر جانے کے امکان کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کی بڑی وجہ مرکزی اقتدار کے خلاف جمہوریتوں کی ناراضگی ہے۔ مرکز اصل میں ایک ایسا نظام وضع کرنے کے لیے کوشاں ہے جس کے ذریعے وہ تمام ریاستوں کو یکجا اور متحد رکھ سکے۔ تاہم کئی دھائیوں کے بڑھتے ہوئے تفاوت کے باعث آخری نتیجہ یقیناً المناک دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ جناب گورباچوف نے قواعد و ضوابط میں تبدیلی کے ذریعے اپنے مقاصد کے حصول کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس صورتِ حال میں ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ انہیں اقتدار سے چمٹے رہنے کے لیے قدامت پسند قوّتوں کے ساتھ اتحاد کرنا پڑا ہے۔ جس کی انہیں بھاری قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے۔ اور ان کے خلاف بے اطمینانی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

مشرقی یورپ میں جب کمیونزم دم توڑ رہا تھا تو جناب گورباچوف اور ان کے اتحادی ماسکو میں بیٹھ کر بڑے سکون سے اسے اپنے انجام سے دو چار ہوتا دیکھتے رہے۔ لیکن وہ اس بات کا اندازہ نہ کرسکے کہ وہ خود بھی اسی انجام سے دوچار ہوسکتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ کمیونزم کے خاتمے کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے بلکہ سوویت یونین کی علاقائی سالمیت بھی خطرے میں ہے۔

رائے عامہ کمیونسٹ اقتدار کے سخت خلاف ہے۔ متعدد جمہوریتوں نے غیر کمیونسٹ حکومتیں منتخب کر لی ہیں اور بہت سے عہدیدار کمیونسٹ پارٹی کی پالیسیوں سے محض رسمی طور پر منسلک ہیں۔ نئے یونین معاہدے کی بمشکل ہی کوئی بنیادیں موجود ہیں۔ جمہوریتیں مرکز کو نظر انداز کرتے ہوئے براہِ راست اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی معاہدے کرنے میں مصروف ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مذکورہ مقاصد کے لیے بیرونِ ملک اپنے نمائندے روانہ کر رہی ہیں۔ ان میں سے بہت سی ریاستیں خود مختاری اور آزادی کی جانب متواتر آگے بڑھ رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب جناب گورباچوف اور

کریملن جمہوریتوں کے بہت سے معاملات میں کوئی اقتدار اور اختیار نہیں رکھتے۔ انہیں اگر کوئی اختیار تھا بھی تو وہ اسے برقرار رکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ جہاں بہت سے لوگوں کو تشویش ہے کہ کسی اقتدار کے بغیر ملک مفلوج ہوکر رہ گیا ہے، اس کے ساتھ جناب گورباچوف متعدد بار اپنے لیے اضافی اختیارات حاصل کر چکے ہیں۔ کئی مبصّرین کا خیال ہے کہ اس سے جناب گورباچوف کے پاس سٹالن اور برزنیف سے کہیں زیادہ اختیارات آگئے ہیں۔ اور ایک نئی قسم کی کمیونعسٹ ڈکٹیٹرشپ جنم لے چکی ہے۔

مایوسی کی بات یہ ہے کہ جناب گورباچوف ملک کی بیمار معیشت کی اصلاح کے لیے اپنے اختیارت کو مناسب طریقے سے استعمال نہیں کرسکے۔ اس کی بجائے انہوں نے بیرون ملک بھیک مانگنا شروع کردی۔ کانگریس کے ایک رکن امالاٹوف کی طرح بہت سے دوسرے لوگ اسے باعثِ رسوائی خیال کرتے ہیں کہ عالمی طاقت ہونے کا دعویدار ملک دوسرے ملکوں سے امداد حاصل کرنے کی تگ و دو کرے۔

اقتصادی میدان میں ناکامی اور کئی دیگر غیر تسلّی بخش پالیسیوں کے باعث پارلیمنٹ میں جناب گورباچوف کی مخالفت میں اضافہ ہوا ہے، جسے کم کرنے کے لیے وہ حکومت میں کئی تبدیلیاں لانے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں قدامت پسندوں اور آزاد خیالوں کے درمیان جنگ ٹھن گئی ہے۔ بہت سے مبصّرین کے خیال میں اس طرح جناب گورباچوف نے اپنی رخصتی کا خود ہی بندوبست کر لیا ہے۔ کیونکہ جو صدارتی اختیارات وہ سنبھالے ہوئے ہیں، ان کے لیے ریفرنڈم کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

یہ صرف معیشت ہی نہیں ہے جس نے ملک کو تباہی کے دھانے پر پہنچا دیا ہے بلکہ امن و امان، سیاسی نظام، تاریخ و ثقافت، سماجی، اخلاقی اور روحانی سوالات ان مسائل میں سے چند ایک ہیں جن کا جامع اور غور و فکر پر مبنی حل تلاش کرنا ابھی باقی ہے۔ نسلوں پرانے ابتر تعلیمی معیار، ناقص طبّی سہولتوں، خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ، بچوں کا استحصال، روز افزوں جرائم، سن رسیدہ لوگوں سے لاپرواہی، ماحولیاتی آلودگی اور متعدد دیگر مسائل کا حل تلاش کیا جانا ایک ایسے معاشرے کی تعمیر و تشکیل کے لیے بے حد ضروری ہے جس میں قانونی اداروں کے تحت قوانین و ضوابط کا احترام کیا جائے۔

روسی معاشرے کے لیے جس پیمانے پر اصلاحات کی ضرورت ہے ، اس کا پوری طرح ادراک نہیں کیا گیا۔ جمہوریت اور آزادی کے مستقبل کا انحصار اس بات پر ہے کہ عوام میں کس حد تک Openness راہ پاتی ہے۔